ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

ترجمہ کا منفی استعمال کے ذریعے دینی منافرت اور اسلاموفوبیا پھیلانا

SPREADING RELIGIOUS HATRED AND ISLAMOPHOBIA THROUGH NEGATIVE USE OF TRANSLATION

Dr. Lubna Farah
Asst. Prof. Translation & Interpretation, NUML-Islamabad Email: lfarah@numl.edu.pk
Dr. Hafiza Umme Salma
Assistant professor Islamic studies University of Southern Punjab Multan
Email.ummesalma8833@gmail.com

Abstract
Every translator and interpreter has a specific religious and cultural background and in the same way they can have some emotional attachment or ideological tendency. In other words, regardless of all professional terms and responsibilities, a translator or interpreter is always working under some kind of religious, cultural, social, emotional, political or ideological pressure. Although professional translators and interpreters do their job as honestly as possible so that they are not discriminated against, as human beings they have to show partiality somewhere. However, if this bias is tolerable, then the basic spirit of translation remains, but if the translator explicitly carry out their work for the unjustified and exaggerated promotion of a particular religious, cultural, social, emotional, political or ideological purpose, it not only will the desired message of the source language be distorted, but the main purpose of the translation will be lost, Stubbornness and dishonesty and its negative effects not only on their first and indirect readers, listeners but also continued from generation to generation and sometimes in its worst form this translation sowed a crop which The consequences were horrendous and dangerous. In the 21st century many groups are active which can be divided into traditional, biased, unbiased and recon ciliated groups. The intention from translation to instill fear of Islam and Muslims in the hearts and minds of western.

Keywords: Islamophobia, western translator, Orientalism, religious hatred

تمہید

ہر مترجم وترجمان کا ایک مخصوص مذہبی اور ثقافتی پس منظر ہوتا ہے اور اسی طرح اس کا کوئی نہ کوئی جذباتی لگاؤ یا نظریاتی رجحان بھی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے نفسیاتی وجسمانی مسائل ہوسکتے ہیں اور مادری زبان ولہجہ کے اثرات بھی کہیں نہ کہیں مترجم وترجمان کی گفتگو وتحریر میں مل جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جملہ پیشہ ورانہ شرائط اور ذمہ داریوں سے قطع نظر ایک مترجم یا ترجمان ہر وقت کسی نہ کسی مذہبی، ثقافتی، سماجی، جذباتی، سیاسی یا نظریاتی دباؤ کے تحت کام کررہا ہوتا ہے اور اس حقیقت کے باوجود کہ پیشہ ور مترجمین وترجمان اپنا کام حتی الوسع ایمانداری سے کرتے ہیں تاکہ ان پر تعصب کا شائبہ نہ ہو مگر بطور انسان ان کو کہیں نہ کہیں جانبداری دکھانا پڑتی ہے۔ تاہم یہ جانبداری اگر تو قابل برداشت ہو تو ترجمہ وترجمانی کی بنیادی روح قائم رہتی ہے لیکن اگر مترجم اور ترجمان واضح طور پر اپنے کام کو کسی مخصوص مذہبی، ثقافتی، سماجی، جذباتی، سیاسی یا نظریاتی مقصد کی ناجائز ومبالغہ آمیز ترویج وتشہیر کے لیے استعمال کرنا شروع کردیں تو اس سے نہ صرف ماخذی زبان کا مطلوبہ پیغام مسخ ہوجائے گا بلکہ ترجمہ وترجمانی کا بنیادی مقصد فوت ہوجائے گا۔ بہرحال ترجمہ وترجمانی کی تاریخ ایسے واقعات ومظاہر سے بھری پڑی ہے جس میں مترجم وترجمان نے واضح طور پر تعصب، عناد اور بددیانتی سے کام لیا اور اس کے منفی اثرات نہ صرف ان کے اول وبلاواسطہ قاری، سامع اور ناظر پر مرتب ہوئے بلکہ بعد ازاں نسل درنسل چلتے رہے اور بعض اوقات اپنی بدترین شکل میں اس ترجمہ وترجمانی نے ایسی فصل بوئی جس کے نتائج بہت بھیانک اور خطرناک تھے۔ اس منفی ترجمہ وترجمانی کی باقیات نہ صرف آج بھی موجود ہیں بلکہ گاہے گاہے کسی نہ کسی شکل میں امن عالم اور عالمگیر ہم آہنگی ویگانگت کے لیے مسائل پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اس مقالہ میں کچھ معروف حقائق وواقعات کی روشنی میں اس بات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے کہ ترجمہ وترجمانی جیسے علمی وتحقیقی کام کو بھی کس طرح منفی اور متعصبانہ مقاصد کے حصول کے لئے ماضی میں استعمال کیا جاتا رہا اور اب بھی کیا جارہا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

دینی منافرت

استشراق:

اس کی بہترین مثال استشراق ہے جس کا لغوی مفہوم تو مشرق سے لگاؤ یا شغف ہے[1] جبکہ اصطلاحاً اس سے مراد مشرقی علوم اور خصوصاً عربی زبان وادب کی جملہ اصناف پر کسی مغربی محقق وماہر لسانیات وادبیات کی جانب سے کی گئی تحقیق ہے۔ان محققین اور ماہرین کی بیشتر تعداد غیر مسلم تھی مگر ان میں سے کچھ نے اسلام بھی قبول کیا اور عربی زبان وادب کا دینی، تاریخی، ثقافتی یا لغوی ولسانی حوالے سے جائزہ لیا یہاں تک کہ عربوں کے ساتھ رہنے والے کچھ غیر مسلموں نے بھی مذکورہ مغربی مستشرقین کی مختلف اشکال میں مدد ومعاونت کی اور عمومی تاثر یہی ہے کہ ان مستشرقین کی اکثریت کا بنیادی مقصد مخصوص سیاسی اور مذہبی مقاصد واہداف کی تکمیل تھی اور ان کے حصول کے لیے انہوں نے علمی وادبی تحقیق کے پردہ میں کام کیا حتیٰ کہ بعض حلقوں کی جانب سے ان کو کرایہ کے محققین کہا جاتا ہے جو صرف اور صرف دین اسلام کی اہانت اور اس کی جملہ تعلیمات ومحاسن کی افتراء پر مامور تھے[2]۔ تاہم ایسا ہر گز نہیں ہے کہ ان میں متوازن اور غیر متعصب مستشرقین نہیں تھے جن کی غایت وہدف محض تحقیق تھا لہٰذا ان کی علمی وادبی کاوشوں کی امت مسلمہ بھی قائل ہے۔

اگر مستشرقین کی تاریخ، اہداف اور بیشتر تالیفات وتراجم کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان پر مذہبی تعصب وعناد کا عنصر خاص طور پر غالب نظر آتا ہے جس کا بنیادی محرک دینی منافرت ومخاصمت تھا حالانکہ مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کو اہل کتاب کا نام دیتے ہیں اور ان کے انبیاء وآسمانی کتب پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔اس کے باوجود اگر استشراق کی تاریخ وارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو اس کا باقاعدہ آغاز بارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوتا ہے اور یہ وہی زمانہ ہے جب صلیبی جنگوں کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ پہلی صلیبی جنگ (۱۰۹۶ء-۱۰۹۹ء) میں ہوئی جس کا باقاعدہ اعلان اس وقت کیتھولک چرچ کے پوپ (Urban-II) نے کیا اور اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں سے ارض مقدسہ کی آزادی قرار دیا گیا۔ اس صلیبی جنگ کو بازنطینی سلطنت کی بھی مکمل آشیرباد حاصل تھی جبکہ اس کا نتیجہ (۱۰۹۹ء) میں یروشلم پر قبضہ اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں نکلا۔اس کے بعد صلیبی جنگوں کا ایک سلسلہ چل پڑا جو کسی نہ کسی شکل میں تیرہویں صدی عیسوی کے اواخر تک جاری رہا۔علاوہ ازیں ایک اور اہم نکتہ قابل ذکر ہے کہ یہ وہ دور ہے جب ایک طرف سلجوق بازنطینی عیسائی سلطنت کے لیے خطرہ بنتے جا رہے تھے تو دوسری طرف جزیرہ نمائے آئبیریا (موجودہ سپین، پرتگال وغیرہ پر مشتمل علاقہ) کو مسلمانوں سے آزاد کروانے کے لئے استرداد (Reconquista) کے نام پر تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ ان مسیحی ریشہ دوانیوں کے علاوہ ان دوڈھائی سو سالوں میں اسلامی حکومتوں کو منگول یلغار کا بھی سامنا تھا جو (1258ء) میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد پر قبضہ پر منتج ہوتا ہے جبکہ تاریخ اسلام کے عام قارئین کو اس بات کا علم نہیں کہ تیرہویں صدی عیسوی میں صلیبیوں اور منگولوں کے مابین مسلمانوں کے خلاف اتحاد قائم کرنے کی بھی باقاعدہ کوششیں ہوئیں جس کو فرانکو-منگول اتحاد کا نام دیا جاتا تھا۔[3][4][5]

یہ سارا تاریخی پس منظر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ استشراق دراصل علم وتحقیق کے لبادے میں دینی منافرت ومخاصمت تھی۔مثال کے طور پر قرآن پاک کا اولین لاطینی ترجمہ (1143ء) میں کیا گیا جس کا مترجم بطرس (Petrus)(1092ء-1156ء) نامی ایک فرانسیسی راہب تھا جس نے (1141ء-1142ء) میں اندلس (سپین) کا دورہ کیا اور آخر کار وہاں کے دو عیسائی راہبوں کی مدد سے قرآن کریم کو لاطینی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔اولاً تو مذکورہ ترجمہ کا نام ہی اس نے گستاخانہ رکھا اور دوسرا یہ گمراہ کن تاویلوں اور فاش اغلاط سے بھرپور تھا جس کا ادراک واعتراف کچھ مغربی ماہرین لسانیات ولغویات اور غیر جانبدار مستشرقین نے بھی کیا ہے۔[6] دینی منافرت ومخاصمت کا یہ سلسلہ آنے والی صدیوں میں بھی جاری رہتا ہے اور اسی تعصب وعناد کی جھلک دیکھنا ہو تو مندرجہ ذیل مستشرقین کی دین اسلام سے متعلقہ مختلف تالیفات وتراجم کا بطور نمونہ مطالعہ کیا جا سکتا ہے جو بالترتیب سکاٹ لینڈ، فرانس، ہنگری، بلجیم اور برطانیہ سے تعلق رکھتے ہیں[7]:

- روبرٹسن سمتھ (Robertson Smith) (۱۸۴۶ء-۱۸۹۴ء)
- گوڈفروی زوموفین (Godefroy Zumofen) (۱۸۴۸ء-۱۹۲۸ء)
- اگناز گولڈزیہر (Ignác Goldziher) (۱۸۵۰ء-۱۹۲۱ء)
- ہنری لامنس (Henri Lammens) (۱۸۶۲ء-۱۹۳۷ء)
- الفریڈ گلیوم (Alfred Guillaume) (۱۸۸۸ء-۱۹۶۵ء)
- نورمن اینڈرسن (Norman Anderson) (۱۹۰۸ء-۱۹۹۴ء)

کذابین (نبوت کے جھوٹے دعوی دار):

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

یوں تو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی مسیلمہ کذاب اور اسود العنسی جیسے ملعونین نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا لیکن کذب کا سلسلہ آنے والی صدیوں میں بھی کہیں نہ کہیں سر اٹھاتا رہا اور جدید دور میں اس کی سب سے بڑی مثال قادیانیت ہے جو برطانوی سامراج کی مدد و تعاون سے پروان چڑھی۔ جس کا بانی مرزا غلام احمد (1835ء-1908ء) موجودہ بھارت کے ضلع گورداسپور کے علاقے قادیان میں پیدا ہوا جس کی خاندانی و شخصی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریز سرکار نے اسے نبوت کے جھوٹے دعوے کے لیے چنا کیونکہ "مرزا قادیانی کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کے خلاف ۵۰ گھوڑے مع سواروں کے انگریزوں کی مدد کے لیے دیے تھے، جبکہ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر معروف سفاک اور ظالم جنرل نکلسن کی فوج میں شامل رہا تھا اور اس نے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے"(8)

قادیانی کا بنیادی ہتھیار دین اسلام اور خصوصاً فلسفہ ختم نبوت کی صریحا جھوٹی تشریح و تاویل ہے جو کہ سراسر گمراہ کن اور مغالطہ آمیزی پر مبنی ہے۔ قادیانیت دراصل ایک فتنہ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ ڈالنا اور صریحا کفریہ عقائد و نظریات کے لبادے میں سامراجی قوتوں کی معاونت کرنا ہے۔ جب یہ فتنہ انیسویں صدی کے آخر میں ظاہر ہوا تو کئی جید علماء کرام اس کے خاتمے کے لئے میدان میں نکلے جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۲ء-۱۹۶۱ء) ایک روشن ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں جنھوں نے قیام پاکستان کے بعد بھی ختم نبوت کی تحریک کا ہر سطح پر بھرپور اور عملی دفاع کیا اور (۱۹۵۳ء) میں جب یہ تحریک ختم نبوت اپنے شباب پر پہنچ کر مائل بہ اختتام تھی تو عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک جلسے کے دوران فرمایا:

> "اگر لا نبی بعدی کا مفہوم سلامت نہیں تو ایمان کے جزو کا کروڑواں حصہ بھی نہیں بچے گا۔ جڑ کو گھن لگے تو شاخ اور پتیاں سلامت نہیں رہتیں۔ عقیدے کو درخت سمجھو۔ جب تک جڑ مضبوط نہ ہو، درخت بار آور نہیں ہو سکتا۔ اب وہ ماں مرگئی ہے جو نبی جنا کرتی تھی۔ مشاط ازل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں میں وہ کنگھی ہی توڑ ڈالی جو زلف نبوت سنوارا کرتی تھی۔ اب زمانے کے یہ کنڈل یونہی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں پڑے گی... مسلمانو! ختم نبوت کے عقیدہ کو یوں سمجھو جیسے یہ ایک مرکزِ دائرہ ہے جس کے چاروں طرف توحید، رسالت، قیامت، ملائکہ کا وجود، صحف سماوی کی صداقت، قرآنِ کریم کی حقانیت وابدیت، عالم قبر و برزخ، یوم النشور، یوم الحساب گردش کرتے ہیں ... جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود پر ختم ہو جاتا ہے"(9)

اسلاموفوبیا:

اسلاموفوبیا (Islamophobia) سے مراد "اسلام یا ان لوگوں کے خلاف جو اسلام کے پیروکار ہوں غیر منطقی خوف، نفرت یا تفریق"(10) ہے جس کے نتیجے میں دین اسلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی جملہ تعلیمات و قوانین کے خلاف حقیقت سے عاری اور من گھڑت باتیں پھیلا کر مختلف سیاسی، سماجی، دینی، ثقافتی اور بعض اوقات مالی مقاصد و اہداف حاصل کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اسلاموفوبیا انفرادی بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی بھی جبکہ بعض اوقات اس کی حکومتی سطح پر بھی مخفی یا علانیہ ترویج بھی کی جاتی ہے جس کی واضح مثال بھارت کی موجودہ مودی سرکار ہے۔ اسی طرح اسلاموفوبیا کے اثرات کا سامنا کسی شخص یا اقلیت یا ایک مخصوص ملک یا خطے کے لوگوں کو بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا کے اسباب کیا ہیں اور عالمگیریت کے دور میں بھی یہ منفی و بیمار ذہنیت کن کن اشکال میں نظر آتی ہے جبکہ ترجمہ و ترجمانی سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس نقطہ کا جواب ذیل میں تاریخی اور موجودہ عہد کے حوالے سے دینے کی کوشش کی گئی ہے:

تاریخی وروایتی: نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار ساتھیوں کو اولین مرتبہ اسلاموفوبیا کا سامنا کفار مکہ اور ابو جہل جیسے جہل مطلق کے ہاتھوں کرنا پڑا جن کے دلوں پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی تھی اس لئے وہ اسلام کی حقانیت و سچائی کو کسی صورت ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔ بعد ازاں اس کی دوسری شکل مدینہ کے یہودیوں کی لامتناہی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی صورت میں نظر آتی ہے جنھیں آخر کار ریاست مدینہ سے جلاوطن کرنا پڑا۔ یہی سلسلہ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا کیونکہ ایک تو مسلمان دین حق کے پیروکار تھے پھر اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کے غرور و تکبر کو چند سالوں میں خاک میں ملا دیا۔ لیکن ان سلطنتوں کے ان طبقات نے جن سے حکومت واختیار چھینا تھا، اپنی اسلام دشمنی مخفی و علانیہ انداز میں جاری رکھی جس کی ایک اپنی تاریخ ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد اموی اور عباسی خلفاء کے ادوار میں جوں جوں اسلامی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی اسی طرح اس کے دشمنوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا جن میں بازنطینی سلطنت کی مسیحی باقیات سرفہرست ہیں جن کی ریشہ دوانیوں نے صلیبی جنگوں، اندلس کی جنگ استرداد اور استشراق وغیرہ کی شکل میں اپنی اسلام دشمنی کسی نہ کسی شکل میں صدیوں جاری رکھی۔ ان کے علاوہ منگول یلغار و اسلام دشمنی کی ایک الگ داستان ہے۔ بعد ازاں عثمانی سلطنت (۱۲۹۹ء-۱۹۲۲ء) کے قیام کے بعد اسلاموفوبیا میں تاریخی، سیاسی اور روایتی اسباب کے ساتھ ساتھ تجارتی وجوہات بھی شامل ہو گئیں۔ جہاں تک بیسویں اور اکیسویں صدی کا تعلق ہے تو ایک طرف تو پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

بعد عثمانی سلطنت کا شیرازہ بکھرا تو ترکی سمیت مشرق وسطی کے جملہ عرب ممالک کو اسلامو فوبیا وراثت میں ملی۔ اسی طرح دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) کے خاتمہ پر ایشیا اور افریقہ میں برطانوی، فرانسیسی، ہسپانوی اور ولندیزی استعمار سے آزاد ہونے والے مختلف اسلامی ممالک کو بھی اس تاریخی وروایتی مخاصمت کا کسی نہ کسی صورت میں سامنا کرنا پڑا۔ اسی نہج پر جب سوویت اتحاد کی تحلیل ہوئی تو وسطی ایشیا میں مسلم ممالک (قازقستان، ازبکستان، ترکمانستان، قرغیزستان اور تاجکستان) وجود میں آئے جو سوویت روس کی طویل اسلام دشمنی کے زندگی کے جملہ شعبوں میں گڑے پنجوں سے آج بھی آزاد ہونے کی تگ ودو میں لگے ہیں۔[11][12]

مختصراً یہ کہ مذکورہ تاریخی وروایتی اسلام دشمنی آج بھی دنیا کے ہر خطے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے جس کا علم بردار کوئی مغربی عیسائی ملک بھی ہو سکتا ہے اور ہندو بھارت یا یہودی اسرائیل بھی۔ بہر حال اس تاریخی وروایتی اسلام دشمنی کا ترجمہ وترجمانی سے تعلق ظاہر کرنے کے لیے صدر اسلام سے عہد حاضر تک کے واقعات کو دو تناظر میں دیکھنا ہو گا کیونکہ بہر حال ان کا احوال دوسری اقوام یا تہذیبوں تک ترجمہ وترجمانی کے ذریعے ہی پہنچا ہے۔ از منہ وسطیٰ میں جب یورپ میں نشاۃ ثانیہ آئی تو ایک طرف انسانی میراث میں اسلام کی گراں قدر علمی وادبی خدمات کا منصفانہ اعتراف کرنے والے محققین اور ماہرین لسانیات وعلوم بھی تھے تو دوسری طرف متعصب مستشرقین، مشنری اور جانبدار وبد دیانت دانشور بھی تھے جنھوں نے اسلام کے دینی، سماجی، ثقافتی، قانونی حتیٰ کہ ہر پہلو کا دروغ آمیز اور سراسر من گھڑت ترجمہ وتشریح کی۔ کبھی انھوں نے قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی تو کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی حیات مبارکہ پر دشنام طرازی کی۔ علاوہ ازیں اسلام کی فراخ دلی اور ثابت شدہ رواداری کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے یہ بات باور کرانے کی ناکام کوشش کی کہ اسلام تو تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ یہ جھوٹ ومنافرت تاریخ اسلام کے ہر مرحلے پر اس کے دشمنوں کا بنیادی ہتھیار تھے جس کو بارہا استعمال کیا گیا اور یقیناً نام نہاد ماہرین، محققین اور مترجمین وترجمانوں نے ہر دور میں اس گھناؤنے کھیل میں ہمیشہ ایک کلیدی کردار ادا کیا۔

موجودہ وہم عصر: بلاشبہ گزشتہ نصف صدی میں ذرائع ابلاغ ومواصلات میں ایک انقلاب برپا ہوا ہے اور اقوام ومذاہب کا باہمی رابطہ کئی گنا بڑھ گیا ہے لیکن اس عالمگیریت کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کچھ منفی پہلو بھی ہیں۔ مثال کے طور پر بے شک اب پل پل کی خبر چند لمحوں میں کرہ ارض کے تمام کونوں تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس ابلاغ اور مواصلات پر اجارہ داری عمومی طور پر مغربی اور یہودی اداروں وافراد کے پاس ہے تو آیا وہ اس پیغام رسانی کو پوری دیانت وغیر جانبداری سے انجام دیتے ہیں؟ اس کا جواب تمام اہم مواقع اور واقعات کے حوالے سے نفی میں ہے کیونکہ اب ذرائع ابلاغ کی جدید ٹیکنالوجی (بشمول اخبار، ٹیلی وژن اور انٹرنیٹ کے) کو بھی دینی، سیاسی وتہذیبی مخاصمت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام دشمنی (اسلامو فوبیا) کے لیے یہ صورت حال بہت موزوں ومددگار ثابت ہوئی ہے۔ جس میں ایک طرف تو اسلام کو قدامت ورجعت کے ساتھ منتہی کرنے کی بھونڈی کوشش کی جاتی ہے تو دوسری طرف عیسائی، یہودی اور ہندو معاشروں میں تیزی سے سرایت کرتی نسل پرستی اور تشدد پسندی سے چشم پوشی کرتے ہوئے دہشت گردی کو کلی طور پر اسلام کے کھاتے میں ڈالنے کی ہر ممکنہ طریقے سے کوشش کی جاتی ہے۔ ایک طرف آزادی رائے کی آڑ میں دین اسلام اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حکومتی سرپرستی میں گستاخی کی جاتی ہے تو دوسری طرف ہولوکاسٹ جیسے قابل بحث موضوع پر بات کرنا بھی جرم قرار دے دیا جاتا ہے۔

اس سارے عمل میں بھی اس متعصب وبد دیانت مترجم وترجمان کا اہم کردار ہے جو دین اسلام کی جدید ذرائع ابلاغ پر حقیقی تصویر پیش کرنے کی بجائے اسلام دشمنی (اسلاموفوبیا) پر لگا ہوا ہے کیونکہ اخبار واشتہار شاید ان شعبوں میں سے ہے جن میں سنسنی اور تجارتی مقاصد کے لئے جھوٹ یا مبالغہ آمیزی کی سب سے زیادہ گنجائش پائی جاتی ہے اور ان کا پیغام بھی بعض اوقات یا تو مبہم ہوتا ہے یا پھر ذومعنی[13]۔ مثال کے طور پر مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے ظلم وجبر اور جملہ انسانی حقوق کی پامالی کو مذموم سیاسی وجوہات اور اسلام دشمنی کی وجہ سے کبھی بھی بھارتی ذرائع ابلاغ حقیقی انداز میں پیش نہیں کریں گے بلکہ اسے دہشت گردی اور علیحدگی پسند تحریک کا رنگ دینے کے لئے اخلاقیات اور انسانیت کی تمام حدود کو پار کر جائیں گے۔ اسی طرح یورپی اور امریکی ذرائع ابلاغ نے ۱۱/۹ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد سے خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو عمومی لب ولہجہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے ایک عام یورپی یا امریکی کے ذہن میں اسلام اور مسلمان کے بارے میں کچھ ایسے خیالات اور افکار بھی راسخ ہو گئے ہیں جن کا حقیقت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں لیکن ان سے اسلاموفوبیا کو ہوا ضرور ملی ہے حتیٰ کہ امریکہ، فرانس اور برطانیہ جیسے جمہوریت پسند معاشروں میں بھی عشروں سے آباد مسلمانوں کو اجنبی سمجھا جانے لگا اور ان پر شک کرتے ہوئے واضح طور پر سماجی تفریق کا شکار کر دیا گیا۔ یہ تاثر دیا جانے لگا کہ مسلمان وہ مہاجرین ہیں جو نہ صرف ملکی وسائل پر بوجھ ہیں بلکہ مقامی واصل باشندوں کے حقوق سلب ہونے کا سبب بن رہے ہیں۔[14]

تہذیبی وثقافتی یلغار:

اس حقیقت کا اعتراف مغربی محققین بھی کرتے ہیں کہ قدیم دنیا خصوصاً یونان کا گم گشتہ علمی، سائنسی وادبی خزانہ قرون وسطیٰ کے یورپ کو عربی کتب کے لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں کے تراجم کے ذریعے ہی ملا جن میں خاص طور پر فلسفہ، ریاضی، طب، علم فلکیات اور مختلف طبیعیاتی علوم کے تراجم شامل ہیں مگر پہلے پہل مخصوص

مستشرقین نے گمراہ کن ترجمہ و تشریح کے ذریعے نہ صرف اس حقیقت کو شک وشبہات کا شکار کیا بلکہ آہستہ آہستہ اس ساری علمی وادبی میراث کی منتقلی میں مسلمانوں کے کردار کا سرے سے انکار ہی کر دیا اور یہ ایک عمومی وتیرہ بن گیا کہ یا تو مسلمان ادباء، ماہرین اور محققین کی ہمہ جہتی علمی وادبی تالیفات کی اہمیت کم کی جائے یا پھر انھیں بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے[15]۔ بعد ازاں یہی طرز عمل یورپی استعماری قوتوں کے زیر کفالت ہونے والے تراجم میں واضح طور پر نظر آتا ہے کیونکہ اس میں محکوم قوموں خصوصاً مسلمانوں کو ذہنی ونفسیاتی طور پر مزید کسمپرسی و پسماندگی کا شکار کرنے کے لئے ایک یورپی و مغربی احساس برتری کے عدسے سے دیکھا گیا اور صدیوں پرانی اسلامی تہذیب وثقافت کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔

اس کی واضح مثال تھامس مکاؤلے(Thomas Macaulay)(۱۸۰۰ء-۱۸۵۹ء) تھا جس کو برطانوی ہندوستان میں مغربی طرز تعلیم کے قیام وترویج کا بانی تصور کیا جاتا ہے کیونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے ۱۹۳۵ء میں ہندوستان میں انگلش ایجوکیشن ایکٹ کے نفاذ کے پس پردہ مکاؤلے کا کلیدی کردار تھا۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد نہ صرف عربی، فارسی اور سنسکرت کی حوصلہ شکنی کا فیصلہ کیا گیا بلکہ سرکاری مالی معاونت سے مغربی طرز کا تعلیمی نظام ہندوستان میں متعارف کروایا گیا جبکہ مکاؤلے کے مقامی زبان وادب کے حوالے سے خیالات کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباس کافی ہے۔

> "I have no knowledge of either Sanscrit or Arabic. But I have done what I could to form a correct estimate of their value. I have read translations of the most celebrated Arabic and Sanscrit works. I have conversed, both here and at home, with men distinguished by their proficiency in the Eastern tongues. I am quite ready to take the oriental learning at the valuation of the orientalists themselves. I have never found one among them who could deny that a single shelf of a good European library was worth the whole native literature of India and Arabia. … We must at present do our best to form a class who may be interpreters between us and the millions whom we govern, - a class of persons Indian in blood and colour, but English in tastes, in opinions, in morals and in intellect."[16]

> "مجھے سنسکرت یا عربی دونوں کا کوئی علم نہیں ہے لیکن میں نے ان کی قیمت کا اندازہ لگانے کے لیے جو ہو سکتا تھا وہ کیا ہے۔ میں نے عربی اور سنسکرت کی معروف ترین کتب کے تراجم پڑھے ہیں۔ میں نے یہاں اور اپنے وطن میں مشرقی زبانوں میں عبور رکھنے کی بنا پر نمایاں اشخاص سے بات چیت کی ہے۔ مجھے کبھی بھی ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس بات سے انکار کر سکے کہ ایک اچھے یورپی کتب خانہ کی ایک شیلف انڈیا اور عرب کے پورے مقامی ادب کے برابر ہے... اس وقت ہمیں اپنی حتی الوسع کوشش کرنا چاہئے کہ ایک ایسا طبقہ تشکیل دیں جو ہمارے اور ان لاکھوں کے درمیان ترجمان بن سکیں جن پر ہمیں حکومت کرنا ہے، ایسا طبقہ جس کا رنگ ونسل ہندوستانی ہو مگر افکار، اخلاقیات اور دانش کے لحاظ سے ذوق برطانوی ہو۔"

علاوہ ازیں موجودہ دور میں ترجمہ وترجمانی کے منفی استعمال کا ایک اور نمایاں مظہر کارٹون، ڈرامہ یا فلم کے ذریعے کسی خاص تہذیب یا ثقافت کی حقائق کے برعکس تصویر کشی ہے۔ اس کی ایک عمومی مثال بھارتی ذرائع ابلاغ اور خصوصا فلم، ڈرامہ اور حتی کہ بچوں کے کارٹون ہیں جن میں ایک طرف تو قدیم ہندو تاریخ وتہذیب کی دیومالائی کہانیوں کو بڑھا چڑھا کر مافوق الفطرت طریقے سے دکھایا جاتا ہے تو دوسری طرف اس خطے میں ہزار سال سے زائد عرصہ سے موجود اسلامی تاریخ وتمدن کو توڑ مروڑ کر اور عموماً منفی رنگ دے کر پیش کیا جاتا ہے جبکہ اس سارے عمل میں ہر مرحلہ پر ترجمہ کا کردار ہے جو پہلے تو مسلمہ تاریخی حقائق کی غلط تشریح کرتا ہے پھر بھارتی یا خطہ کے دیگر ممالک (بشمول پاکستان) میں پائے جانے والے ناظرین وسامعین کے سامنے ہندی زبان میں یکسر جھوٹ پر مبنی کرداروں والے کارٹون، ڈرامہ یا فلم پیش کر دیتا ہے۔

نتیجہ:

اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ترجمہ وترجمانی کا منفی استعمال صدیوں سے جاری ہے اور اس کا مجسم اظہار مذکورہ بالا مختلف مظاہر میں نظر آتا ہے۔ البتہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی نشاندہی کرنے والے غیر جانبدار اور بادیانت مترجمین وماہرین نہیں تھے یا اس کی روک تھام کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ مابعد استعماریت جیسی تحاریک کا مقصد وغایت ترجمہ کے منفی استعمال کی نشاندہی و تصحیح ہی تھا۔ اسی طرح پاکستان کی طرف سے بھارتی فلم اور ڈرامہ کی ٹیلی وژن و سینما پر دکھائے جانے پر پابندی بھی ایک احسن اقدام ہے البتہ اس کا دائرۂ کار انٹرنیٹ اور سماجی رابطے کے متعلقہ ذرائع تک بھی بڑھایا جانا چاہیے۔ علاوہ ازیں اخباری دنیا اور ذرائع ابلاغ کے دوسرے مروجہ وسائل پر متعصب سوچ کے حامل افراد یا طبقات کی اجارہ داری ختم یا غیر مؤثر کرنے کے لیے بھی خصوصاً مسلمانوں کو اجتماعی اور عملی اقدامات لینا ہوں گے تا کہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

اسلاموفوبیا اور تاریخی وروایتی دینی وسیاسی منافرت اور مخاصمت کا بھرپور انداز میں نہ صرف مقابلہ کیا جاسکے بلکہ اس کا رد عمل بھی دیا جاسکے۔ اس کے علاوہ درست اسلامی تشخص کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے فلم سازی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے تاکہ منفی ترجمہ وترجمانی سے منتج اثرات کو نہ صرف زائل کیا جاسکے بلکہ اپنے مقامی ناظرین وسامعین کے علاوہ دیگر اقوام عالم کے لئے حقائق کی تحقیق کا متبادل بھی فراہم کیا جاسکے۔

حوالہ جات

---

(1) لسان العرب: ابن منظور، دار إحياء التراث، بيروت – لبنان، 1988م، ط1/1، ص/124.

(2) دفاع عن العقيدة والشريعة ضد مطاعن المستشرقين: محمد الغزالي، نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، القاهرة – مصر، 2005م، ص/4.

(3) تاريخ الحروب الصليبية: د. محمد سهيل طقوس، دار النفائس، بيروت – لبنان، 2011م.

(4) قصة التتار من البداية إلى عين جالوت: راغب السرجاني، مؤسسة إقرأ للنشر والتوزيع والترجمة، القاهرة – مصر، 2013م.

(5) نهاية الأندلس وتاريخ العرب المتنصرين: محمد عبدالله عنان، لجنة التأليف والترجمة والنشر، القاهرة – مصر، 2015م.

(6) Reading the Quran in Latin Christendom (1140-1560): Thomas E. Burman, University of Pennsylvania Press-USA, 2007, p/705.

(7) الاستشراق (الأهداف والغايات): عبدالعالي احمامو، دراسات استشراقية، العدد الرابع عشر، المغرب، 2018م، ص/145.

(8) انگریز نے مرزا قادیانی کو کیوں چنا (http://www.endofprophethood.org/LeafLet/text/9Angrayz-kay-wafadar/09-06.htm).

(9) امیر شریعت سیّد عطاالله شاہ بخاریؒ(https://khatm-e-nubuwwat.org/LeafLet/text/10Mujahdeen-kn/10-20.htm).

(10) Merriam-Webster Dictionary and Thesaurus: Merriam-Webster Inc.-USA, 2014.

(11) Islamophobia (History, Context and Deconstruction): Zafar Iqbal, SAGE Publications, 2020.

(12) Historicizing and Theorizing Islamophobia and Anti-Muslim Racism: Naved Bakali, Sense Publishers, 2016.

(13) الترجمة الإعلانية: ماتيو كيدير، ترجمة: حسيب الياس حديد، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، ص/146.

(14) Islamophobia and Representation of Islam and Muslims in the Western Media: Ayesha Siddiqua & Dr. Khalid Sultan, National University of Modern Languages – Islamabad (Pakistan), Research Journal (Al Basirah) Vol.9, Issue 2, 2020.

(15) Sutdies in Islamic Civilization (The Muslim Contribution to the Renaissance): Ahmed Essa & Othman Ali, International Institute of Islamic Thought-USA, 2012, p/1.

(16) Memorandum on Indian Education: T.B. Macaulay, 2/2/1835 (http://www.columbia.edu/itc/mealac/pritchett/00generallinks/macaulay/txt_minute_education_1835.html).